ذکرِ مصحفی

(۴)

(جناب نثار احمد صاحب فاروقی۔ دہلی یونیورسٹی لائبریری۔ دہلی)

"اکبر پور نام کے تین گاؤں پرگنہ امروہہ میں موجود ہیں۔ ان تینوں میں اکبر پور پٹی کی جائے وقوع بعینہٖ وہ ہے جو مصحفی نے بتائی ہے اس میں آجکل چوہانوں کی آبادی ہے۔ "منجھاولی" کے ہم مخرج دو گاؤں ہیں ایک "منجھولی" دوسرے "منجھولا"۔ ممکن ہے خود مصحفی نے منجھولی کا منجھاولی لکھ دیا ہو یا ہو سکتا ہے پہلے اس کا نام منجھاولی تھا اب بگڑ کر منجھولی رہ گیا ہو۔ دونوں باتیں قرین قیاس ہیں بہرحال "منجھولی" کی جائے وقوع مصحفی کے بیان سے مطابقت کرتی ہے جس کو مصحفی نے "شیخ پورہ" کہا ہے وہ آج کل شیخو پورہ ہے اور اس کی جائے وقوع بھی مصحفی کے بیان کے مطابق ہے گھوڑ نام کا کوئی گاؤں پرگنہ امروہہ میں نہیں البتہ پرگنہ سنبھل میں خاص امروہے کی سرحد پر گھڑدارہ نام کا ایک گاؤں ہے جو اکبر پور سے ۱۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے یہی گھڑدارہ ملکانوں کا ہے معلوم ہوتا ہے شیخ نظام کے زمانے میں اس میں ملکانوں کی آبادی تھی"[1]

یہی اکبر پور اب "اکبر پور پٹی" کے نام سے متعارف ہے۔ یہ زیادہ سے زیادہ دو ڈھائی ہزار کی آبادی کا چھوٹا سا گاؤں ہے "قصبہ" نہ کسی زمانے کا تھا نہ اب ہے۔ ممکن ہے کہ پہلے مصحفی کے اجداد یہیں رہتے ہوں۔ مصحفی نے شیخ نظام کا سنگین مقبرہ بھی اکبر پور میں ہونا بیان کیا ہے جہاں تک تحقیق کیا گیا اکبر پور یا اس کے نواح میں کوئی قدیم پختہ عمارت یا مقبرہ واقع نہیں ہے۔ ممکن ہو کہ [illegible] کا سیلاب اپنے ساتھ بہالے گیا ہو۔

---

[1] [illegible] جلد [illegible] شمارہ [illegible] مارچ [illegible] مقالہ "مولدِ مصحفی" سید نجم الحسن نقوی۔

(ب) بلم گڈھ | اب یہاں ایک دوسری روایت ہمارے سامنے آتی ہے۔ یہ ایک شاہد عینی کا بیان ہے جس نے لکھنؤ جا کر مصحفی سے ملاقات کی اور ان سے سوال کیا کہ آپ کا مولد کون سا ہے۔ یہ مولوی عبدالقادر غمگین رامپوری (۱۷۸۱-۱۸۴۹) تھے جو عام طور سے "مولوی عبدالقادر چیف رامپوری" کہے جاتے ہیں۔[1] اپنی زندگی میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ سرکار انگریزی کی طرف سے بھی اور ریاست رامپور کے ملازم کی حیثیت میں بھی۔ انھیں سیر و سیاحت کا شوق بھی تھا چنانچہ آصف الدولہ کے زمانے میں لکھنؤ پہنچے۔ وہاں انھوں نے قلندر بخش جرأت، میر انشاء اللہ خاں انشا، محمد حسن قتیل غلام ہمدانی مصحفی اور شاہ نصیر دہلوی وغیرہ سے ملاقاتیں کیں جلسوں اور مشاعروں میں شریک ہوئے اور ان سب کی کیفیت اپنے روزنامچے میں قلم بند کی ہے۔ یہ روزنامچہ فارسی زبان میں لکھا گیا ہے اس کا اصل قلمی نسخہ نواب صدر یار جنگ مرحوم کے کتب خانہ حبیب گنج میں محفوظ ہے اور اسی کی ایک نقل رضا لائبریری رامپور میں بھی موجود ہے۔ اس میں لکھتے ہیں:

"یک روز ملاقاتِ تفصیلی بہ میاں مصحفی شد۔ کہ بخانۂ آں بزرگوار رفتم، بیشتر مردم درس "گل کشتی" میر نجات دادے و اصلاح اشعار اکثرے ہم می کرد۔ با ایں ہمہ نیاز مند بہ نانِ شبینہ بود۔ می گفت کہ مولدش بلم گڈھ است کہ متصل شاہ جہاں آباد است"[2]

اس بیان سے مشہور عالم اور محقق جناب قاضی عبدالودود نے بھی یہی نتیجہ نکالا ہے کہ مصحفی، بلم گڈھ میں پیدا ہوئے اور متعدد جگہ اس عبارت سے استدلال بھی کیا ہے[3] لیکن ہمیں اس کے قبول کرنے میں تامل ہے کیونکہ چند بہت قوی شبہات اس پر وارد ہوتے ہیں۔

(الف) مجمع الفوائد کی عبارت کے بعد اس میں شک کرنے کی گنجائش نہیں کہ مصحفی کا اکبر پور سے تعلق تھا۔ وہی اُن کے آباؤ اجداد کا مسکن تھا۔ اور ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اکبر پور سے

---

[1] ان کے حالات کے لئے ملاحظہ ہوں: انتخاب یادگار امیر مینائی تذکرۂ کاملانِ رامپور۔ احمد علی شوق قدوائی۔ اور سہ ماہی اردو ادب جلد ۴ شمارہ ۱ مضمون محمد علی خاں اثر رامپوری۔ [2] عبدالقادر رامپوری: روزنامچہ قلمی، ورق ۴۴۔ الف بحوالہ دستور الفصاحت / ۴۹ (حاشیہ) [3] مثلاً معاصر حصہ ۱/ ۸۲ وغیرہ۔

مراد وہی مختصر سا گاؤں ہے جو امروہہ کے پاس واقع ہے۔

(ب) خود مصحفی نے مجمع الفوائد میں بیان کیا ہے کہ ان کے دادا (درویش محمد) اور ایک بڑے بھائی (غلام جیلانی) امروہہ میں مدفون ہیں۔ اس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ مصحفی کے دادا بھی امروہے میں رہتے تھے اور ان کے والد بھی۔

(ج) سید اصغر حسین مؤلف تاریخ اصغری کا قول بھی ہم نے پہلے نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مصحفی کے والد ولی محمد امروہہ کے محلہ کالی پگڑی میں سکونت رکھتے تھے۔ لیکن انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ مصحفی کے اعقاب میں اب کوئی یہاں باقی نہیں جس سے حسب نسب کا حال معلوم ہو[۱]۔ مصحفی نے آصف الدولہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے جو مخمس "معرکۂ انشا" کے زمانے میں (۱۲۱۰ھ کے لگ بھگ) لکھا تھا اور ان کے دیوانِ چہارم[۲] میں شامل ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ لکھنؤ میں کوئی عزیز یا رشتہ دار نہیں تھا۔

لیکن مجمع الفوائد جو تقریباً ۱۲۳۸ھ میں تصنیف ہوئی اس پر شہادت دے رہی ہے کہ مصحفی کے ایک بھائی غلام صمدانی نے دو لڑکے چھوڑے تھے ایک تو بیس سال کی عمر میں ناکتخدا ہی فوت ہوا، دوسرے کی شادی ہو گئی تھی لیکن مجمع الفوائد کی تصنیف کے وقت تک اس سے کوئی اولاد نہیں تھی۔ غالب قیاس یہی ہے کہ مصحفی کا یہ بھتیجہ امروہہ میں رہتا ہوگا اور دوسرے بھائی جنھوں نے لباسِ فقیری پہن لیا تھا وہ بھی ممکن ہے کہ امروہہ میں سکونت رکھتے ہوں۔ مگر تلم گڑھے سے بہر حال کسی کا کوئی تعلق ثابت نہیں۔

(د) مصحفی کے اجداد نوکری خانۂ بادشاہ کرتے تھے۔ اور "خانۂ بادشاہ" کا تلم گڑھے سے کچھ علاقہ نہیں۔ نہ وہاں اُن کے کسی تقریب سے جانے کی تاویل کی جا سکتی ہے۔ خود مصحفی نے کہیں تلم گڑھ کا نام تک نہیں لیا۔ اکبر پور اور امروہہ میں تو قرائن کی ایک مناسبت بھی ہے لیکن تلم گڑھے

---

[۱] اصغر حسین: تاریخ اصغری (۱۲۰۰-۱۸۰۲ / ۱۳۹)۔ [۲] مصحفی: دیوان چہارم، قلمی، محفوظ در کتب خانۂ آصفیہ حیدر آباد دکن۔ یہ مخمس معرکۂ مصحفی و انشا کے باب میں اپنے محل پر درج کیا جائے گا۔

کوئی رشتہ محض عبداللہ درر امپوری کے بیان کو بنیاد بنا کر قائم نہیں کیا جا سکتا۔

(ج) امیر احمد علوی مرحوم نے اپنے قیاس کے طوطے مینا یوں اُڑائے ہیں کہ

"قیام بتیسر دہلی میں رہتا تھا لیکن نصبات کو شرافت کا ملجا سمجھ کر اکبر پور کے توطن کو دہلی کی بود و باش پر ترجیح دیتے تھے مستورات کا مسکن وہیں تھا۔ اور اسی مبارک زمین پر اس بلند اقبال صاحبزادے کی ولادت ہوئی جو مصحفی کے تخلص سے دنیائے ادب میں مشہور و معروف ہے"[۱]

یہ بالکل بے بنیاد باتیں ہیں جنھیں محمد حسین آزاد کی سنت پر عمل کرتے ہوئے لکھ دیا گیا ہے۔ ایسی خیال آرائیوں کو اسناد کی کسوٹی پر جب بھی پرکھا جائے گا "بیتِ عنکبوت" سے بھی زیادہ کمزور ثابت ہوں گی۔ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ۔

---

[۱] نگار لکھنؤ (مصحفی نمبر) جلد ۳۵ شمارہ ۱ (جنوری ۱۹۳۹ء)

(باقی)

۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ

۱۸۵۷ء کے واقعات پر ہندوستان و پاکستان میں متعدد کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جا رہی ہیں۔ لیکن یہ روزنامچہ اپنی مختلف خصوصیات کے لحاظ سے ایک عجیب تاریخی دستاویز ہے، روزنامچہ لکھنے والے عبداللطیف ہیں جنھوں نے قلعہ دہلی کا آنکھوں دیکھا حال صاف شستہ اور موثر انداز میں سپرد قلم کیا ہے، اس روزنامچے میں بعض ایسی معلومات بھی ملتی ہیں جو پہلی بار اسی روزنامچہ کے ذریعہ سامنے آئی ہیں۔ اس کو پڑھ کر ۱۸۵۷ء کے سبق آموز اور عبرتناک تاریخی ہنگامہ کے چشم دید حالات و واقعات کا نقشہ ایک خاص ترتیب کے ساتھ سامنے آجاتا ہے۔

کتاب کے مرتب مشہور فاضل اور مورخ خلیق احمد صاحب نظامی ہیں جن کی تاریخی بصیرت مسلمات کا درجہ رکھتی ہے۔ شروع میں ڈاکٹر یوسف حسین صاحب پرو وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پیش لفظ کے علاوہ خلیق احمد صاحب کا نہایت جامع اور بصیرت افروز مقدمہ بھی ہے اس کے بعد اصل روزنامچہ کا فارسی متن اور ... و انگریزی ترجمہ صفحات ... تقطیع ۲۲×۱۸ قیمت غیر مجلد تین روپے پچاس نئے پیسے۔ مجلد چار روپے پچاس نئے پیسے

مکتبہ برہان، اردو بازار جامع مسجد، دہلی